موجودہ مشکلات اور سیرتِ رسولؐ

سید حامد علی

آج ساری دنیا پریشان ہے، انسانی مسائل میں گتھیوں پر گتھیاں پڑتی جارہی ہیں جو طریقے بناؤ اور سُدھار کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں، وہ اُلٹا بگاڑ کا باعث ہوتے ہیں، کسی کو چین اور سکون حاصل نہیں، ایک دائمی بے اطمینانی ہے جو سب پر مسلط ہے۔ ایک جنگ ختم ہونے نہیں پاتی کہ دوسری جنگ کا ہوّا سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ جھگڑوں، خونریزیوں، فسادات، انقلابات اور باہمی کشمکشوں نے دنیا کا سکون بالکل غارت کردیا ہے۔ قومیں، قوموں سے، فرقے فرقوں سے، طبقے طبقوں سے، پارٹیاں پارٹیوں سے اور افراد افراد سے دست و گریبان ہیں اور یہ کشمکش ختم ہوتی نظر نہیں آتی، ہر شخص خود غرضی میں مبتلا ہے، کسی کو کسی پر اعتماد حاصل نہیں، نیکی، شرافت اور اخلاق کوئی چیز نہیں۔ انسان کا علم بہت بڑھ چکا ہے۔ وہ بڑے بڑے خوشنما فلسفے گھڑتا ہے بڑی دلفریب اسکیمیں بناتا ہے۔ امن وانسانیت، آزادی وفلاحِ عالم پر بڑی جادو بیانی کے ساتھ لیکچروں پر لیکچر دیتا ہے لیکن ان سب کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ دنیا کو دھوکہ دے اور لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنا اُلو سیدھا کرے۔ انسان کو مادی وسائل پر بے پناہ قدرت حاصل ہوگئی ہے یہ انسانیت کی بہتر سے بہتر تعمیر کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ لیکن انسان کے بگڑ جانے کی وجہ سے بدترین تخریب کا باعث بن گئی ہے۔ آج انسان کی عقل جواب دے چکی ہے اس کی تمام تدبیریں فیل ہو چکی ہیں۔ خدا کی ہدایت اور اس کے رسولوں کی رہنمائی کی ضرورت اگر کبھی انسان کو ہوتی تھی تو آج یہ ضرورت سب سے زیادہ ہے

انسان کو سب سے بڑی مشکل کسی متفقہ اقتدار کا نہ ہونا ہے، کوئی ایسا اقتدار نہیں جسے سب مل کر تسلیم کرسکیں جس کی سب اطاعت کرسکیں اور جو انسانیت کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا باعث ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تصادم اور کشمکش کا ایک طوفان برپا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں، نہ کوئی کسی کی سنتا ہے۔ یہ سب سے بڑی گتھی ہے جس کے حل ہونے پر دوسری گتھیوں کے سلجھنے کا دارومدار ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے اس گتھی کو انتہائی خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ آپؐ نے دنیا کے انسانوں کے سامنے یہ حقیقت دلائل کی روشنی میں رکھی کہ دنیا کے انسان جو کبھی پیدا ہوئے تھے جو آج موجود ہیں، اور جو آئندہ رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، ان کا پیدا کرنے والا، پالنے والا، ان کی زندگی وموت کا مالک، ان کے لئے زندگی کا تمام سامان بہم پہنچانے والا، انہیں جسمانی، ذہنی، روحانی ہر قسم کے قویٰ بخشنے والا صرف اللہ ہے اسی نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس نظامِ عالم کا نگران اور مدبّر ومنتظم ہے۔ وہی تمام انسانوں کا مالک اور آقا ہے اور وہی ان کا حقیقی فرمانروا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی جو کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے لائے اس کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ "شکر وستائش اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا مالک

اور پروردگار ہے) سے ہوتی ہے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ .... (کہہ دیجئے میں پناہ چاہتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی تمام انسانوں کے بادشاہ کی اور تمام انسانوں کے معبود کی) پر اس کی انتہا ہوتی ہے۔ اور اس کا پورا زور اسی بنیادی تعلیم پر ہے کہ تمام انسان اللہ کو اپنا مالک و آقا مانیں اور اُسی کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی اسی بات کے منوانے میں صرف کر دی اور اپنے پیچھے ایک بہت بڑی جماعت چھوڑی جو اس بنیاد پر متفق ہو چکی تھی۔

آپ غور کریں تو انسانوں کی اس گتھی کو سلجھانے کا یہی فطری اور حقیقی حل ہے اور اُس کے سوا اس کا اور کوئی حل ہے نہیں۔ کسی ایک انسان کی حاکمیت سے ایک قوم کے افراد بھی مطمئن و راضی نہیں ہوتے تو تمام انسان اور سب قومیں کس طرح راضی ہوں گی۔ اس دور میں جب کہ ہر قوم دوسری قوم سے انتہائی بدظن ہے اور ان میں اتحاد کی کوئی بنیاد نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی ایک انسان کو جو بہرحال کسی خاص قوم سے متعلق ہوگا۔ سب اپنا فرمانروا منتخب کریں اور اگر ایسا ہو بھی جائے اور اس شخص کو قوت و اقتدار کے سارے ذرائع و وسائل سونپ دیئے جائیں تو اس کے سوا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا فرعون بن جائے اور اپنی طاقت کے نشے میں تمام انسانوں کو مصائب و آلام میں مبتلا کر دے۔ معمولی اقتدار پانے پر بھی انسان نے ہمیشہ یہی کیا ہے، تو اتنے بڑے اقتدار کے مل جانے کے بعد وہ کیوں ظلم کی راہ اختیار نہ کرے گا؟ انسان اغراض اور خواہشات سے پاک نہیں ہو سکتا اس لئے وہ اپنے لئے، اپنے خاندان کے لئے، اپنے فرقے اور اپنی قوم کے لئے سارے فائدے سمیٹ لے گا اور باقی انسانوں کو اُن سے محروم کر دے گا۔ وہ بہرحال اپنے عزیزوں سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا، وہ اپنے خاندان کو زیادہ چاہتا ہوگا اور اپنی قوم کو زیادہ پسند کرتا ہوگا اس لئے وہ سب کے ساتھ یکساں انصاف نہ کر سکے گا، اس کے احکام میں عدل اور مساوات کی بجائے ظلم اور نامساوات ہو گی۔ اس کا علم کسی طرح اتنا وسیع نہیں ہو سکتا کہ وہ سب انسانوں کی ضروریات سے واقف ہو، سب کی فلاح و بہبود کے طریقوں سے باخبر ہو اور سب کی فطری صلاحیتوں کے ارتقاء کی راہیں جانتا ہو، وہ جہالت کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائے گا اور اس طرح انسانیت کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ رہی یہ بات کہ کوئی ادارہ تمام انسانوں کا حاکم بن جائے تو یہ اور بھی ناممکن ہے۔ ایسے ادارے جو مختلف اغراض و مقاصد رکھنے والی قوموں کے اشتراک سے وجود میں آئے کبھی ایسی طاقت ہاتھ نہیں آسکتی کہ وہ سب قوموں اور سب انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کر سکے اور انہیں اپنی اطاعت کے لئے مجبور کر سکے، اس ادارے کے پاس متصادم اغراض کے سوا کوئی ایسا بنیادی قانون بھی نہ ہوگا جس کو سب دل و جان سے مانتے ہوں اور جس کے مطابق انسانیت کے اختلافات طے ہو سکتے ہوں۔ یہ ادارہ لازمی طور پر قوت و اکثریت رکھنے والی قوموں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جائے گا اور ان کی ناجائز اغراض پورا کرنے کے سوا کسی بھی گتھی کو سلجھا نہ سکے گا۔ یہی حال لیگ آف نیشنز کا ہوا اور یہی یو این او کا ہو رہا ہے اور یہی حشر ہر اس ادارے کا ہوگا جس کی بنیاد کسی متفقہ مقصد و مفاد پر نہ ہو اور جس کی زمام کسی ایک مقتدرِ اعلیٰ کے ہاتھ میں نہ ہو۔

اللہ سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اس لئے اس کی حاکمیت پر سب انسان اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ وہ ساری کائنات کا حاکم و فرمانروا ہے۔ اس لئے اگر انسان اُسے حاکم مان لے گا تو اس کے اقتدار میں کوئی اضافہ نہ ہوگا کہ نشۂ اقتدار کا خطرہ ہو۔ اس کی حکومت کسی کے قائم کرنے اور تسلیم کرنے کی محتاج نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ لوگوں کی ناروا رعایت کرے، اس کی حکومت آپ سے آپ قائم ہے، وہ ظلم سے پاک ہے۔ عدل و انصاف کا سرچشمہ اور اس کا خالق ہے۔ اس لئے اس سے تمام انسانوں کو یکساں طور پر عدل و انصاف مل سکتا ہے۔ سب انسان اس کے بندے ہیں۔ اس کا تعلق سب سے یکساں ہے، اس کی مہربانیاں سب کے لئے عام ہیں، اس لئے اس کی حکومت میں کسی کی حق تلفی نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے کسی کو

جانب داری کا ڈر ہوسکتا ہے۔ پھر وہ تمام انسانوں کی تمام ضروریات سے اچھی طرح واقف ہے اور ان کی تمام فطری صلاحیتوں اور ان کے ارتقاء کی ایک ایک راہ سے خوب باخبر ہے اس لئے اس سے بہتر اور اس کے سوا انسانوں کے لیے مقتدرِ اعلیٰ اور واحد مقتدرِ اعلیٰ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

انسانیت کی دوسری بڑی مشکل کسی مشترک رشتے کا نہ ہونا ہے۔ یہ بات اس وقت تو کسی حد تک قابلِ برداشت تھی جب دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑی تھیں اور ایک دوسرے سے غیر متعلق تھیں لیکن آج جب کہ پوری دنیا ایک شہر اور تمام قومیں ایک خاندان میں تبدیل ہوگئی ہیں اُن میں کسی رشتے کا نہ ہونا کتنی بڑی مصیبت ہے! اسی کا نتیجہ ہے کہ سفید فام سیاہ فام کے دشمن ہیں، ایشیا اور یورپ میں برتری اور کمتری کی مستقل نسبت قائم ہے اور آرین نسل کے لوگ سامی نسل والوں سے بَیر رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر قوم دوسری قوم کی بدخواہ ہے اور ہر ملک دوسرے ملک کا مخالف، یہ دوسری بڑی غلطی ہے جس نے انسانوں کو جنگل کے وحشی درندوں کے مقام سے بھی گرا دیا ہے اور پوری دنیا رزما کے اکھاڑوں کی شکل میں تبدیل ہوکر رہ گئی ہے۔

وحدت انسانیت کے اس سب سے بڑے علمبردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس گتھی کو سلجھانے کے لئے سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی کوشش کی کہ سب انسان ایک خالق کی مخلوق، ایک مالک کے بندے اور ایک حاکم کی رعیت ہیں اور انہیں صاف صاف الفاظ میں بتا دیا کہ ان کا مالک اپنی رعیت کو متحد و متفق دیکھنا پسند کرتا ہے اور وہ جھگڑے فساد اور دشمنی و بدخواہی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آپؐ نے دوسری بات یہ بتائی کہ زمین کو جن جغرافیائی سیاسی اور معاشی حدود میں بانٹ دیا گیا اور جن کی وجہ سے انسانیت قومیتوں کی ناقابلِ شکست قسموں اور تفریقوں میں تقسیم ہوگئی۔ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پوری زمین اللہ کی ہے اور اس پر پائے جانے والے سارے ذرائع و وسائل اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سب انسانوں کے لئے ہیں، پوری زمین انسان کا وطن ہے اور خاک و وطن کے تمام تعصبات نہ صرف یہ کہ بے اصل ہیں بلکہ انتہائی غلط اور مالکِ ارض و سما کی ناخوشی کا باعث ہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ بات دلوں میں پیوست کی کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ (آدم و حوّا) کی اولاد ہیں اس لئے اُن میں خون کا اشتراک ہے اور وہ بھائی بھائی ہیں، رنگ و نسل کی ساری تفریقیں غلط اور بے بنیاد ہیں، کسی کو کسی پر رنگ و نسل کی بنیاد پر کوئی برتری اور بڑائی نہیں تقسیم ایک ہی صحیح ہے اور وہ ہے اچھوں اور بُروں کی تقسیم، خدا کو مقتدرِ اعلیٰ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی تقسیم۔

جس سوسائٹی اور جس قوم کو آپؐ نے سب سے پہلے یہ تعلیم دی وہ اس لحاظ سے بہت گئی گزری تھی، چھوٹی سی قوم ہونے کے باوجود اس میں سینکڑوں قبیلے تھے۔ پھر ہر قبیلے کے مختلف ٹکڑے تھے اور ہر ٹکڑے میں مختلف خاندان اور کنبے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس نسلی غرور کا بڑی طرح مارا ہوا تھا، اسی بنا پر وہ آپس میں دست و گریبان رہتے تھے اور کسی طرح بھی ان کو متحد نہ کیا جاسکتا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ چند سال کے اندر وہ بھائی بھائی بن گئے اور جہاں جہاں یہ پیغام گیا اور اسے دل و جان سے تسلیم کیا گیا وہاں تمام تفریقیں ختم ہوگئیں اور ایک عالمگیر برادری اور ہمہ گیر اخوت وجود میں آگئی جس کا ہر فرد دوسرے فرد سے اسی طرح وابستہ و متعلق تھا جس طرح ایک جسم کے اعضا ایک دوسرے سے ——
آج بھی اس تعلیم کو عام کرنے سے یہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں اور انسانیت کا انتشار اور تصادم یقینی طور پر ختم ہوسکتا ہے۔

انسانیت کی تیسری پریشانی کسی متفقہ نصب العین کا نہ ہونا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قوموں کے نصب العین مختلف ہیں ہر فرقے اور ہر طبقے کا نصب العین جدا ہے۔ ہر خاندان اور ہر فرد کا مقصدِ زندگی علیحدہ ہے جن کے حاصل کرنے کے لئے یہ سب اپنی سی پوری کوشش کرتے ہیں۔

اس طرح یہ نصب العین ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور دنیا کے امن وامان کے لیے خطرے کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر یہ نصب العین عموماً غلط ہوتے ہیں اور ان کے غلط ہونے کی وجہ سے نوعِ انسانی کی بہترین صلاحیتیں اور زمین کے کثیر مادی وسائل نہ صرف رائیگاں جاتے ہیں بلکہ وہ انسانیت کی تخریب میں صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ نصب العین آئے دن بدلتے رہتے ہیں اور اس طرح انسانوں کو مسلسل ذہنی، عملی اور سیاسی و معاشی پریشانی میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ یہ ہے تیسری پریشانی جسے دور کئے بغیر انسانیت کی گاڑی چند قدم بھی خطرے کے بغیر نہیں چل سکتی۔

اس مشکل کو بھی دنیا کے سب سے بڑے رہنما نے بڑی عمدگی سے حل کیا۔ آپ نے بتایا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اور پوری انسانیت کا نصب العین مقرر کرنا اصل میں خالق و مالک کا کام ہے۔ وہی بتا سکتا ہے کہ اس نے سب انسانوں کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور وہی بتا سکتا ہے کہ کون سا نصب العین صحیح ہے، انسانیت کے لئے مفید ہے اور نوعِ انسانی کے اتحاد و اتفاق کا باعث ہے۔ آپؐ نے بتایا کہ یہ پوری کائنات اللہ کی تابع فرمان ہے اور اس کی ہر ہر شے کی زندگی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں بسر ہو رہی ہے، انسان بھی اسی کائنات کا ایک جزو ہے اسے بھی خدا نے پیدا کیا ہے، وہ خدا ہی کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور خدا ہی اس کا مالک و آقا ہے اس لئے انسان کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے مالک و آقا اور خالق و پروردگار کی اطاعت و بندگی اختیار کرے اور اپنی ساری کوششیں خدائے پاک کو خوش کرنے میں صرف کرے۔ یہی ہر انسان کا مقصد ہے، ہر خاندان اور ہر گروہ کا مقصد ہے اور ہر قوم اور پوری نوعِ انسانی کا مقصد ہے۔ اسی لئے مقاصد کے اختلاف سے جو کشمکش آئے دن برپا رہتی ہے وہ اسے اختیار کر لینے کے بعد آپ سے آپ ختم ہو جاتی ہے۔ پھر یہ ایک ایسا مقصد ہے جو صحیح اور مفید ہے جو سب انسانوں کی فطرت کو اپیل کر سکتا ہے اور جس پر تمام دنیا کے انسان اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

چوتھی مشکل یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان کوئی ایسا مشترک اور منصفانہ مفاد موجود نہیں جو ان سب کو یکجا رکھے اور ایک مقصد میں لگائے رکھے ایک فرد سے لیکر ایک قوم تک سب کے مفاد جدا ہیں، ہر شخص خود غرضی میں مبتلا ہے، ہر قوم مفاد پرستی کا شکار ہے ہر طبقے اور ہر انسان پر اپنے مادی مفاد کا بھوت سوار ہے، ہر ایک اپنے جائز و ناجائز حقوق ہر طرح منوانے پر مُصر ہے اور دوسروں کے حقوق دینے کے لئے کسی طرح تیار نہیں، ہر ایک دنیا کے تمام مادی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے اور دوسروں کو کچھ دینا نہیں چاہتا۔ یہ کشمکش ہر دم جاری ہے اور برابر تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا کے محدود وسائل اس کشمکش کو سہار نہیں سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جنگوں پر جنگیں جاری ہیں، دنیا ایک سخت قسم کے معاشی بحران میں مبتلا ہے، ہر طرف بے اطمینانی، بے چینی، بھوک، خوف و ہراس کا دور دورہ ہے۔ روز بروز حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مکمل تباہی و بربادی کے قعرِ عمیق میں گرا ہی چاہتی ہے۔ بڑے بڑے امید افزا اور خوش آئند پروگرام پیش ہوتے ہیں مگر مفادات کی کشمکش کی وجہ سے سب کے سب خاک میں مل جاتے ہیں۔ انسانوں کی خود غرضیاں ہر بنتے ہوئے کام کو بگاڑ دیتی ہیں اور اس طرح کوئی الجھن دور نہیں ہوتی بلکہ کئی الجھنوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے محسن نے اس عقدۂ لاینحل کا جو حل پیش کیا ہے اس سے بہتر کسی حل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے آثارِ کائنات اور قوانینِ فطرت کی روشنی میں دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ زندگی یہی زندگی نہیں ہے، مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی انسان کو ملے گی یہ زندگی دائمی و ابدی ہو گی، جس عالم میں یہ زندگی بسر کرنا ہو گی اس کے ذرائع و وسائل غیر محدود اور اس کی نعمتیں اور تکلیفیں بے پایاں و غیر فانی ہوں گی۔ اس عالم کی دوامی اور لامحدود نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کی چند روزہ اور محدود فائدوں کی وہی حیثیت ہے جو سمندر کے

مقابلے میں ایک حقیر بوند کی۔ دنیا کی یہ حقیر نعمتیں پوری جد وجہد اور دوڑ دھوپ کے باوجود اکثر انسانوں کو حاصل نہیں ہو پاتیں اور وہ اس کی تمنا کرتے کرتے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں لیکن اس عالم کی لازوال اور عظیم نعمتیں ہر اُس انسان کو جو اُن کے لئے مناسب کوشش کرے یقیناً ملیں گی، خواہش اور تمنا کے مطابق ملیں گی، بلکہ انسان کی تمنا سے کہیں زیادہ ملیں گی اور اتنی اور ایسی ملیں گی کہ انسان کا تصور کسی طرح وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا لیکن یہ سب کچھ صرف اُن لوگوں کو ملے گا جو دنیا کے بھوکے ہونے کے بجائے آخرت کی کامیابی کے دلدادہ ہوں جو مادہ پرست ہونے کے بجائے خدا پرستی کے پیکر ہوں جو ہوس کے بندے ہونے کے بجائے خدا کے بندے اور اس کے تابع فرمان ہوں، جو خدا کی تھوڑی سی خوشنودی کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت کو ہیچ سمجھتے ہوں، جو حق پرستی اور انصاف کے لئے اپنے بڑے سے بڑے مفاد کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوں جو اپنے ناجائز مفادات کو پورا کرنے کے چکر میں پھنسے رہنے کے بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور انسانیت کی خدمت کرنے کے لئے غلطاں و پیچاں رہتے ہوں، جو خود تکلیفیں اٹھا اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہوں۔ ایسے ہی لوگ آخرت میں کامیاب ہوں گے اور دائمی و ابدی نعمتوں کے مالک، لیکن جو لوگ ایسے نہ ہوں جو اپنے مادی فائدوں کی خاطر خدا کی خوشنودی، آخرت کی کامیابی، انسانیت، امن و انصاف سب کو قربان کر سکتے ہوں اور کر دیتے ہوں اُن کے لئے اس عالم میں دردناک سزائیں ہوں گی، ہولناک تکلیفیں ہوں گی، مصائب و شدائد کا ہجوم ہوگا۔ ایسے ایسے دکھ ہوں گے جن کو انسان کسی طرح برداشت نہ کر سکے گا، وہ چاہے گا کہ اسے موت آجائے، لیکن موت بھی اس کی دستگیری نہ کرے گی، یہ سزائیں دائمی اور غیر فانی ہوں گی۔ اس عذاب کے مقابلے میں دنیا کے سارے عذاب ہیچ ہوں گے۔ انسان کے پاس اس عالم میں کچھ بھی نہ ہوگا، کوئی اس کا امداد کرنے والا نہ ہوگا۔ کسی کی سفارش وہاں کام نہ آئے گی۔ انسان نہ اُس عذاب سے نکل کر بھاگ سکے گا اور نہ دنیا بھر کی ساری دولتیں اور نعمتیں دے کر اس عالم کے معمولی عذاب سے نجات پا سکے گا — اس عقیدے کو آپؐ نے زندگی بھر مختلف انداز سے ذہنوں میں اتارا اور اپنے ماننے والوں کے رگ و پے میں پیوست کر دیا، نتیجہ کیا ہوا، تاریخ سے معلوم کیجئے، مسلمانوں کے بجائے غیر مسلموں سے دریافت کیجئے، سب جانتے اور سب مانتے ہیں کہ جن لوگوں کے ذہن میں یہ عقیدہ اچھی طرح بیٹھ گیا تھا۔ ان کے ہاتھوں ایک ایسا زریں دور وجود میں آیا جس سے زیادہ پُرسکون اور انصاف پرور دور دنیا نے کبھی نہ دیکھا یہ لوگ قعرِ مذلت سے اٹھ کر تختِ حکومت پر جا بیٹھے لیکن نشۂ اقتدار سے بدمست نہ ہوئے۔ یہ کروڑوں اور اربوں انسانوں کی جان و مال کے مالک بنے لیکن ہمیشہ اپنے آپ کو ان کا خادم سمجھتے رہے، یہ فاتحے کرتے کرتے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے وارث ہو گئے مگر دولت پرستی اور ہوسِ اقتدار کا شکار نہ ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں بے شمار دولت آئی اور رعیت کو ملتی تھی مگر انہوں نے سادہ زندگی گزاری اور وہ قوتِ لایموت سے زیادہ لینے کے خواہشمند نہ ہوئے۔ وہ مظلومیت کی زندگی گزارتے گزارتے اٹھے اور بے پناہ اقتدار کے مالک ہوئے لیکن اس کے باوجود ظالم و جابر نہ ہوئے۔ ان کے بدترین دشمنوں نے گواہیاں دیں کہ وہ دشمن و دوست سب کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں، سب کے حقوق کا برابر خیال رکھتے ہیں اور ہر انسان کے جان و مال کو اپنے جان و مال کی طرح عزیز و قیمتی سمجھتے ہیں —— آج بھی اگر اس دور کو واپس لانا ہے تو آخرت کے عقیدے ہی کو ذہن میں اتارنا ہوگا اور دنیا کے مفادات کے بجائے آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصود بنانا ہوگا۔

دنیا کی پانچویں گتھی کسی ایسے کامل اور متوازن نظامِ زندگی کا نہ ہونا ہے جو خیر و صلاح کا سرچشمہ ہو، فلاح و بہبود کا ضامن ہو جس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے متوازن اصول ہوں جس میں تمام انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کے ارتقاء اور ہم آہنگی کا سامان ہو جس میں ہر ہر فرد، ہر ہر صنف، ہر ہر قوم اور پوری نوعِ انسانی کے تمام مسائل کا صحیح اور عادلانہ حل ہو، جس میں پوری زندگی اور ہر ایک کی پوری رہنمائی کا مکمل انتظام ہو، جو نہ صرف آج کار آمد

اور صحیح ہو بلکہ کل حالات کے بدل جانے اور مادی حیثیت سے انسان کے ارتقاء کر جانے کے بعد بھی بدستور موزوں اور صحیح ہو —— ایسا نظام زندگی انسان آج تک وضع نہیں کر سکا اور نہ اپنے محدود علم، ناقص عقل، مستقبل کے حالات سے اپنی بے خبری، خواہشات و اغراض اور جذبات کی بندگی کرتے ہوئے وہ ایسا نظام کبھی وضع کر سکتا ہے۔ کچھ ناقص، غیر متوازن، غیر صالح اور قومی و طبقاتی نظام ہیں جو دنیا کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ جن سے نہ کسی کو امن و سکون میسر ہے نہ انسان کی ساری صلاحیتوں کا ارتقاء ہوتا ہے۔ نہ تمام شعبے ہم آہنگی اور توازن کے ساتھ ترقی کر پاتے ہیں اور نہ تمام قوموں اور طبقوں کے لئے ان میں سیاسی معاشی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ ہے۔ کسی میں اگر انسان کی انفرادی آزادی محفوظ ہے تو اس کی معاشی خطرے کی نذر ہو چکی ہے اور معاش کے ساتھ ساتھ اخلاق و شرافت بھی کسی دوسرے نظام میں اگر معاش کا مسئلہ حل کیا گیا ہے تو انسان کی آزادی ختم کر کے رکھ دی گئی ہے اور اخلاق اور انسانیت سے اُسے محروم کر دیا گیا ہے۔

کسی دوسرے نظام میں اخلاق و روحانیت کا انتظام ہے مگر اس کے پاس سیاسی و معاشی مسائل کا کوئی حل نہیں —— یہ ہے بلا استثناء تمام موجودہ نظام ہائے حیات کا حال۔

اگر آپ اس مسئلے پر پوری سنجیدگی سے غور کریں تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ ایسا نظام صرف اُسی خدا کی طرف سے مل سکتا ہے جس نے ہم سب کو اور ہماری صلاحیتوں اور قوتوں کو پیدا کیا ہے، جس نے انسانی ضرورتیں پیدا کی ہیں اور ان کے پورا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ جو سب پر مہربان ہے اور جو سب کی ضروریات سے اچھی طرح واقف ہے، جس کا علم ہر شئے کو محیط ہے جس کی نظر ماضی و حال اور مستقبل سب پر یکساں حاوی ہے اور جو ظلم و جور سے اور خواہشات و جذبات کی بندگی سے پاک ہے کیا جس خدا نے انسان کی معمولی معمولی ضرورتوں کے لئے پورا کرنے کے لئے وسیع انتظامات کئے ہیں کیا اُس نے اس سب سے بڑی ضرورت کے پورا کرنے کا انتظام نہ کیا ہوگا، جس کا بندوبست کرنے سے انسان بطور خود عاجز ہے؛ آپ کی عقل کہے گی کہ ضرور کیا ہوگا اور مذاہب عالم اور انسانی تاریخ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے ایسا بندوبست کیا ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے رہنماؐ نے ہمیں بتایا کہ خدا ہی انسان کی اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے اور اسی نے اس ضرورت کو پورا بھی کیا ہے اس نے ہر مخلوق کی رہنمائی فرمائی ہے اور اس کو مختلف انداز سے یہ بتا دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کس نہج پر گزارے۔ اس طرح اس نے پہلے انسان کو زمین پر بھیجتے ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ انسان دنیا میں اپنی زندگی کیسے گزارے۔ پھر جب انسان اس حقیقت کو بھول گیا اور گمراہی اور ناکامی کا شکار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کے لئے اپنے نبی و رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں تاکہ لوگوں کو ہر وہ طریقہ معلوم ہو جس پر چل کر وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ اللہ کے یہ بندے ہر ملک و قوم آئے۔ مختلف زمانوں میں آئے اور لوگوں نے جب اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو بھلا دیا یا اُس میں گڑبڑ کر دی تو اُسکو ازسرِ نو پیش کرنے یا اس کو ٹھیک کرنے آتے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور اللہ کی طرف سے ہدایت اسی طرح آتی رہی یہ ہدایت اپنے اساسات، اپنے اصول اور اپنے بنیادی احکام کے لحاظ سے ہمیشہ ایک ہی رہی۔ البتہ حالات کے اختلاف اور مختلف ضروریات و مزاج و اطوار کے مطابق اس نظام زندگی کی تفصیلات میں تھوڑا بہت فرق رہا جو مختلف قوموں کو دیا جاتا رہا۔ قوموں نے جب کبھی اس نظام زندگی کو اپنایا وہ کامیاب و کامران رہیں اور ترقی و عروج کی منزلیں طے کرتی چلی گئیں اور جب انہوں نے اس سے انحراف کیا تو سارے مادی شان و شکوہ کے باوجود آخر کار وہ ناکام و ذلیل ہوئیں اور دنیا سے ان کا وجود مٹا دیا گیا یا باعزت و ذی اقتدار قوم کی حیثیت سے باقی نہ رہیں۔

انسانیت کے اس عظیم رہنماؐ نے بتایا کہ وہ کوئی نیا مشن لے کر نہیں آئے ہیں اور نہ اُن کے پاس کوئی نیا پیغام ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے زریں

سلسلے کی جو ابتدائے آفرینش سے چل رہا تھا، آخری کڑی ہیں، وہ اسی حیات بخش پیام کو پھر لوگوں تک پہنچانے آئے ہیں جسے اُن سے پہلے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کے پاس لاتے رہے ہیں اور جسے انسان نے اپنی بدبختی سے بار بار بھلا دیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ خدا کے بھیجے ہوئے نظامِ زندگی میں لوگوں نے جو تحریفات کر دی ہیں میں اس نظام کو ان تحریفات سے پاک کر کے تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ خدا کی بندگی کر سکو اور اپنی زندگی سنوار سکو، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اب تک جو نظام ہائے زندگی خدا کی طرف سے آئے تھے وہ وقتی اور قومی تھے۔ دائمی اور عالمگیر نہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی قوم کو مخاطب کیا اور کچھ عرصے کے بعد اُن نظاموں میں مختلف اسباب کے ماتحت کچھ تحریفات ہوتی رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرماتا رہا یا کچھ دوسرے بہتر قوانین بھیجتا رہا لیکن اب جو نظامِ زندگی میں خدا کی طرف سے لایا ہوں یہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے ہے اور اس سے ہمیشہ ہمیشہ انسانوں کو صحیح رہنمائی مل سکے گی۔ اس طرح یہ نظامِ زندگی عالمگیر و بین الاقوامی ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل بھی ہے اور چونکہ قیامت تک اس سے راہنمائی حاصل کی جانی ہے اس لئے یہ قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس میں کسی طرح تحریف نہ ہو سکے گی، کسی انسان کی دیانت و صداقت کو معلوم کرنے کے لئے جن سخت سے سخت شرائط سے کسی کی سیرت کو پرکھا جا سکتا ہے ان سے اگر آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جانچیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس شخص نے اپنی پوری زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ مزاح میں نہ دشوار سے دشوار تر حالات میں، اس شخص کی زندگی سراپا صداقت تھی پھر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جو دلائل دیئے۔ اگر آپ ان پر غور فرمائیں تو آپ کا دل اندر سے خود گواہی دے گا کہ واقعی آپؐ اللہ کے رسول ہیں، پچھلے صحیفوں کی پیش گوئیاں اگر آپ اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ آپ پر ٹھیک ٹھیک اُتریں گے۔ مذاہب کی جو تاریخ آپؐ نے بیان کی ہے، خود مذہبی کتابیں اس کی گواہی دیتی ہیں اور اس سے بہتر مذاہب کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے محفوظ رہنے کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی اور عربوں کے کم تعلیم یافتہ اور امی ہونے کے باوجود قرآن من و عن ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ دورِ رسالت میں تھا اور اس کے شواہد اتنے محکم ہیں کہ خود غیر مسلموں کو اس کا اعتراف ہے اس کے برعکس تعلیم یافتہ اور مہذب قوموں نے اپنی کتابوں کو ضائع و محرف کر دیا اور آج قرآن ہی وہ واحد خدا کی کتاب ہے جو مستند ہے اور ہر طرح کی تحریفات سے محفوظ ——— جو نظامِ زندگی آپؐ نے پیش فرمایا عقلِ انسانی اس سے بہتر، اس سے جامع اور اس سے مکمل نظام نہ سوچ سکی۔ اس نظام کی تفصیلات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب انسانوں کے لئے مفید اور موزوں ہے اور اس میں تمام انسانوں کی زندگی کے تمام شعبوں کا صحیح اور کامل ارتقاء ہے۔ پھر یہ نظام وقتی بھی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا گیا تھا اور آج کے بہت سے مسائل اس وقت تک نہ پیدا ہوئے تھے اور نہ کسی کے ذہن میں ان کا خیال و گمان تک تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور کے وہ تمام مسائل جنہیں سلجھانے سے انسانی عقول عاجز ہیں اس تعلیم میں اُن کا بہترین حل موجود ہے اور ہم پورے عقلی اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو اس یقین پر مجبور پاتے ہیں کہ اگر آج اسے پورے کا پورا اختیار کر لیا جاتے تو وہ ان مسائل کا بہترین حل ہے پھر ایسا بھی نہیں کہ یہ نظام کوئی فلسفیانہ اور غیر عملی نظام ہو، یہ خود اُسی رہنمائے انسانیت کے ہاتھوں عملاً قائم ہو چکا ہے اور اُس کے بعد اس کے جانشینوں نے اُسے چلا کر اس کے ہر ہر پہلو کو بالکل اُجاگر کر دیا ہے۔ تاریخ میں اس دور کی مکمل تاریخ اور معاصرین کے تاثرات کا ریکارڈ موجود ہے جسے دیکھ کر ہر دوست و دشمن اُسے انسانیت کا بہترین دور کہنے پر مجبور ہے ——— ظاہر ہے کہ اس سے بہتر اس گتھی کا کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ خدائی نظام ہمارے پاس محفوظ، مستند اور یقینی شکل میں موجود ہے جو عملی بھی ہے اور تجربہ شدہ بھی اور انسانیت کے سارے مسائل کا حل بھی۔

دنیائے انسانیت کو غلط نظاموں سے جو نقصانات پہنچتے ہیں ان کی طرف اوپر اشارہ ہو چکا ہے اور درحقیقت یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے آج کا کوئی انسان بے خبر ہو ہم سب ہی ان تلخ نتائج سے دوچار ہیں جو ان نظاموں کے پیدا کردہ ہیں۔ انقلاب، انقلاب کی ہمہ گیر آوازیں انہیں تلخیوں کی بازگشت ہیں لیکن سچ پوچھئے تو ان پریشانیوں اور مصیبتوں کے پیدا کرنے میں جہاں ان نظام ہائے حیات کو دخل ہے۔ وہاں ان افراد کا بھی ہاتھ ہے جو ان نظاموں کو بددیانتی اور بے ایمانی کے ساتھ چلاتے ہیں۔ ہر غلط نظام برائیوں کے ساتھ کچھ اچھائیاں ضرور رکھتا ہے اور اس کے قائم ہونے پر برائیوں کے غلبے کے ساتھ ساتھ کچھ اچھائیوں کا پرورش پانا بھی ضرور ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں زمام کار ہوتی ہے وہ بددیانت اور خود غرض ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان چند خوبیوں سے بھی بہرہ یاب نہیں ہو پاتے جو ان نظاموں میں پائی جاتی ہیں۔ سارے اچھے اور مفید نتائج برسر اقتدار طبقے کے حصے میں آتے ہیں اور عوام کی قسمت میں صرف تلخیاں اور پریشانیاں رہ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ مختلف نظام ہائے حیات سے جو توقعات لگائے ہوتے ہیں۔ وہ ان کے قائم ہونے کے بعد پوری نہیں ہوتیں اور انقلاب در انقلاب کا ایک لامتناہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

یہ بڑی اندوہناک صورت حال ہے لیکن کوئی اتفاقی بات نہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ دنیا کے تمام انسانی نظام انقلاب برپا کرنے اور اقتدار پر قبضہ کرنے کی فکر میں تو رہتے ہیں لیکن اس بات کی فکر بالکل نہیں کرتے کہ اپنے علمبرداروں کو دیانت دار اور مخلص بنائیں وہ اس بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کے لئے اس دنیا کے اُن بگڑے ہوئے انسانوں کو اپنے ساتھ لیتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہوں۔ اور چونکہ یہ جمہوری انقلابات کا زمانہ ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ بھیڑ اکٹھی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس جدوجہد میں کامیاب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اخلاق و دیانت کی بات نہ کرے کیونکہ لوگ اس "وعظ" کو سن کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس "اخلاق باختہ" بھیڑ کو مادی مفادات کا لالچ دے دیکر خود غرض، لالچی اور ضمیر فروش بنایا جاتا ہے اور پھر انقلاب برپا کرنے کے لئے اُسے تمام جائز و ناجائز طریقوں کا عادی بنایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایسے لوگوں کے ہاتھ میں زمام کار آئے گی تو وہ خود غرض اور لالچی کیوں نہ ثابت ہوں گے اور مقصد براری کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرنے میں کیوں دریغ کریں گے جبکہ انہیں خدا کے آگے جواب دہی کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور آخرت کی کامیابی ان کے سامنے نہیں ہوتی۔ اس طرح یہ لوگ پہلے ہی سے کافی بگڑے ہوئے ہیں اور اقتدار و دولت کا نشہ انہیں اور بھی بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

یہ انسانیت کی چھٹی بڑی گتھی ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس کے حل کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ اس گتھی کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار کی کنجی دینے سے پہلے انہیں اتنا بااخلاق بنا دیا جائے کہ وہ اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی خواہش نہ کر سکیں۔ نیز ماحول ایسا بنا دیا جائے کہ اس میں اخلاق و دیانت داری ہی کا چلن ہو، تاکہ بددیانت اور بداخلاق لوگ برسرِ اقتدار نہ آنے پائیں اور برسرِ اقتدار لوگ بددیانت ہو کر اقتدار کی کرسی پر قابض نہ رہنے پائیں۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے رہنما نے جہاں انسانیت کو ایک ایسا نظام دیا جو سراسر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے وہاں اس نے اس نظام کو قائم کرنے اور چلانے والے افراد کی تعمیر سیرت کا بہترین انتظام کیا۔ آیئے اس تربیتی پروگرام پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔

آپؐ نے سب سے پہلے لوگوں میں اللہ پر ایمان و یقین پیدا کرنے کی کوشش کی اور انہیں لوگوں کو اپنے ساتھ لیا جو اللہ کے وجود اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے تھے اور اللہ کی کامل بندگی کو اپنا مقصود اور اس کی رضا کو اپنی زندگی کا حاصل یقین کرتے تھے۔ اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کو مقصود بنانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ نظامِ اسلامی کے بہترین مخلص اور بے مثال پیرو بن جاتے تھے اور کسی قیمت پر اس سے خیانت کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اللہ کے وجود

اور اس کی صفات پر ایمان رکھنے کا اثر زندگی پر یہ پڑا کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ایک ایسے مقتدرِ اعلیٰ کے سامنے جواب دہ محسوس کرنے لگے جو ہر دم ان کی نگرانی کر رہا ہے، جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جس سے وہ اپنا کوئی فعل نہیں چھپا سکتے، جو دل کے ارادوں اور نیتوں تک سے بخوبی واقف ہے، جس کے قبضۂ قدرت سے نکل کر وہ کہیں نہیں جا سکتے، جس کی پولیس ہر جگہ انسان کو گھیرے ہوئے ہے اور جس کی سی آئی ڈی ہر وقت انسان کا ریکارڈ مرتب کرنے میں مشغول ہے جس کی رحمتیں بے پایاں ہیں اور انہی پر انسان کی زندگی اور اس کے تمام معاملات کا انحصار ہے۔ اس کا عذاب بے پناہ ہے اور وہ کسی وقت بھی نافرمان اور ظالم بندوں پر آسکتا ہے اور انہیں تباہ و برباد کر سکتا ہے ـــــــ اس یقین کا جو کچھ اثر انسانی زندگی پر پڑے گا اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے آخرت کے یقین کو پیدا کرنے اور اس دنیا کی کامیابی کو مقصود بنانے کی کوشش کی۔ اس غرض کے لیے آپؐ نے وہ دلائل و براہین پیش کیے جو انسان کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کر سکیں، پھر آپؐ نے دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا مقابلہ کرکے بار بار اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا کہ دنیا کی نعمتیں چند روزہ ہیں، معمولی ہیں، ناپائیدار ہیں، اور پھر بھی بہت کم انسانوں کو ملتی ہیں، اس کے مقابلے میں آپؐ نے بتایا کہ آخرت کی نعمتیں دائمی ہیں، پائیدار ہیں، عظیم الشان ہیں اور ہر اس انسان کو ملیں گی جو آن کے لیے ایمانداری و اخلاق کی راہ اختیار کرے اور اسی طرح آپؐ نے دونوں دنیاؤں کے تکالیف و مصائب کا موازنہ کیا، پھر آپ نے ہر ہر قدم پر اپنے ساتھیوں کی تربیت کی کہ وہ ہر کام صرف خدا کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کریں اور دنیوی مفادات کو مقصود نہ بنائیں۔ اس کے لیے آپؐ نے دنیا کی طرف سے بے رغبتی پیدا کی، خدا کی راہ میں دولت خرچ کرنے، ضرورت پڑنے پر عیش و آرام کو تج دینے، گھر بار کو چھوڑ دینے، اپنے معاشی ذرائع و وسائل کو تباہ کر لینے اور بالآخر جان تک دے دینے کا حکم دیا اور اس کی عملی تربیت کرائی۔ پھر ان سب قربانیوں کے سلسلے میں دنیا کے دوسرے نظاموں کے برخلاف قدم قدم پر یہ حقیقت واضح کی کہ اگر تم یہ سب کچھ دنیوی فوائد یا اقتدار کے حصول کے لیے کرو گے تو یہ سب رائیگاں جائے گا اور اس کے لیے خدا کے یہاں جواب دہ ہو گے۔ نہیں یہ سب کام صرف خدا کو خوش کرنے کے لیے اور آخرت کو کامیاب بنانے کے لیے کرنا چاہیے۔

آپؐ نے اس کے ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ اللہ کی صرف قانونی بندگی سے کام نہ چلے گا، اللہ کا تقرب ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جو اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی محبت کے مقابلے میں دنیا کی ہر ایک محبت کو قربان کر دیتے ہیں جو صرف وہی اعمال بجا نہیں لاتے جن کا خدا نے حکم دیا ہے بلکہ بہت سے وہ کام بھی کرتے ہیں جنہیں خدا نے قانوناً ضروری تو نہیں ٹھہرایا ہے لیکن جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ جو ہر کام پورے جذبۂ خلوص و اطاعت کے ساتھ کرتے ہیں اور اچھے سے اچھے طریقے پر کرتے ہیں۔ آپ نے ساتھ ہی اللہ کی ان صفات رحم و کرم کو بھی واضح فرمایا جن کو جاننے سے، انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے پھر آپ نے یہ بھی بتایا کہ جو خدا سے محبت کرتے ہیں، خدا ان سے محبت کرتا ہے۔ اس طرح آپؐ نے، لوگوں میں خدا کی گہری محبت اور اس کی مخلص فرمانبرداری پیدا کی ــــ موجودہ نظام اپنی پابندی قانون کے زور سے کرانا چاہتے ہیں جس کا دائرہ بہت، محدود ہوتا ہے اور جس کو توڑنے کے لیے انسان سو بہانے کرتا رہتا ہے، برسرِ اقتدار طبقے کے لیے یہ روک بھی نہیں ہوتی اس لیے وہ خوب کھل کھیلتا ہے۔ اسلامی نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں میں اپنے مقتدرِ اعلیٰ کے خوف کے ساتھ ساتھ اس کی گہری اور والہانہ محبت پیدا کرتا ہے اور ان سے رضا کارانہ اور وفادارانہ اپنی اطاعت کراتا ہے اور اس محبت و وفاداری کے جذبے سے وہ لوگ بھی خالی نہیں ہوتے جن کے ہاتھ میں زمام کار ہوتی ہے۔

آپؐ نے اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا کہ انسان یقین رکھنے اور یہ فیصلہ کرنے کے باوجود جو غلطیاں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے دوسرے علائق اس پر چھا جاتے ہیں اور وہ تھوڑی دیر کے لیے ان حقائق کو بھول جاتا ہے جو اُس کے دل میں گھر کئے ہوئے تھے۔ یہ کیفیت ہر انسان پر طاری ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے اور اگر اس کیفیت کو دور نہ کیا جائے تو بالآخر انسان اپنا سرمایہ ایمان و یقین کھو بیٹھتا ہے۔ آپؐ نے انسان کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے اور اس کو اللہ کی عظمت یاد دلانے، اس کی بندگی پر اکسانے اور اس کی محبت و وفاداری کے بڑھانے کے لئے ذکرِ الٰہی کو مسلمان کی زندگی میں اس طرح سمو دیا کہ وہ خدا کو کسی طرح بھول نہ سکے۔ اُسے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا جو ہدایت کا سرچشمہ ہونے کے علاوہ خدا کو یاد دلانے اور اس کی محبت پیدا کرنے اور آخرت کی کامیابی کی خوشخبری سنانے اور خدا کے عذاب سے ڈرانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آپؐ نے دن رات میں ہر چند گھنٹے کے بعد نمازیں ادا کرنا دین کی بنیاد اور مومن کی سب سے پہلی اور اہم نشانی قرار دیا۔ یہ نماز کیا ہے، اللہ کی یاد، مسلسل یاد، اس کی بندگی کا عہد، اس کے سامنے انتہائی عاجزی و عبودیت کا اظہار، اس کی صفات کا ورد، اس سے قریبی تعلق پیدا کرنے کا بہترین طریقہ، نماز کے علاوہ آپؐ نے مومن کی یہ صفت بتائی کہ وہ ہر وقت خدا کو یاد رکھتا اور یاد کرتا ہے، اس غرض کے لئے آپ نے ہر کام کے کرنے سے پہلے اور کرنے کے بعد کچھ دعائیں مانگنے اور کچھ اذکار کے ورد میں رکھنے کی تلقین فرمائی جن میں سے ہر ایک غفلت کو دور کرنے، انسان کو اس کی حیثیت سے باخبر رکھنے اور خدا کی محبت و عظمت پیدا کرنے کے لئے اکسیر ہے، نماز کے علاوہ آپ نے مسلسل ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا، یہ روزے ایک طرف اخلاقی انضباط پیدا کرنے کے بے مثل نسخہ ہیں، دوسری طرف ہمہ وقتی ذکر کا بہترین پروگرام ہیں، مزید برآں استطاعت رکھنے والوں پر حج بیت اللہ فرض قرار پایا جو محبت الٰہی میں انسان کو سرشار کر دینے اور دین خداوندی کا والہ و شیفتہ بنا دینے والی عبادت ہے۔

آپؐ نے اخلاقیات کی بہترین تعلیم علمی اور عملی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کی۔ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور انصاف اور حسنِ سلوک کو دین میں بنیادی اہمیت دی اور اربابِ اقتدار کی ذمہ داریوں کو خصوصیت سے بہت واضح الفاظ میں بیان فرمایا آپ نے کھلے الفاظ میں بتا دیا کہ اسلام میں قیادت، مخلوق کی خدمت اور شبانہ روز محنت و تندہی کا نام ہے عیش و آرام اور نفع اندوزی کا نام نہیں۔ آپؐ نے طرح طرح سے عوام و خواص میں یہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی کہ وہ دولت و اقتدار کو بڑائی کا ہم معنی قرار نہ دیں اس کے برخلاف حضورؐ نے وضاحت سے فرمایا کہ بڑائی اللہ کی بندگی اور اس کے قانون کی پیروی میں ہے اور جو اس لحاظ سے بڑا ہے وہی قیادت و سرداری کا مستحق ہے۔ آپؐ نے بتایا کہ مومن کی رائے بھی خدا کی امانت ہے اور اس کا مستحق وہی شخص ہے جو خدا ترس ہو اور واقعتاً اس منصب کا اہل ہو جس کے لیے رائے دی جا رہی ہے، آپؐ نے اس شخص کو منتخب کرنے سے بالکل روک دیا جو خود کسی عہدے کا طالب ہو اور اپنے آپ کو امیدوار کی حیثیت سے پیش کر رہا ہو۔

اس کے علاوہ آپؐ نے اپنے ماننے والوں پر ایمان و عمل کے بعد سب سے بڑا یہ فرض عائد کیا کہ وہ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور حق کی طرف دعوت دینے کو اپنی زندگی کا مشن بنائیں اور جب تک دنیا میں کہیں بھی کوئی برائی موجود ہو وہ اپنے اس کام میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہیں اس فریضے کو بجالانے میں انہیں نہ تو سستی کرنا چاہیئے، نہ محبت و قرابت کا کوئی لحاظ کرنا چاہیئے، نہ کسی بڑے سے بڑے لالچ یا بڑے سے بڑے خوف کی بنا پر اسے ترک کرنا چاہیئے، سوسائٹی میں جہاں کہیں برائی سر نکالے ہر مومن کا فرض ہے کہ اُسے بڑھ کر وہیں دبا دے۔ اسلامی نظام حکومت کا مقصدِ وجود یہی ہے کہ وہ اس فریضے کو ادا کرے اور دنیا میں نیکی، انسانیت، حق پرستی اور خدا کی بندگی غالب و عام کر دے لیکن اگر اربابِ اقتدار اس مقصد کو پورا نہ کریں اور خلافِ اسلام مقاصد میں منہمک ہو جائیں تو ہر مومن کا حق ہے کہ ان پر تنقید کرے اور اس کا فرض ہے کہ اس کو اس غلط روش

سے روکے اور راہِ راست پر لائے اور ان کے ناجائز احکام کی تو ہرگز اطاعت نہ کرے، لیکن اگر وہ اپنی غلطیوں سے باز نہ آئیں اور کھلم کھلا خلاف اسلام روش اختیار کر لیں تو اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ انہیں اقتدار کی گدی سے اتار پھینکیں اور صالح قیادت کو برسرِ کار لائیں —— ان احکام کی پابندی اور اس ماحول کی موجودگی میں اربابِ اقتدار کی بددیانتی کا خطرہ پیدا نہیں ہو سکتا اور اگر کسی خامی یا غلطی کی بنا پر پیدا ہو جائے تو اس قدر شدت اختیار نہیں کر سکتا جتنا اس دور میں ہے پھر اس کا تدارک آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اس دور کی ایک بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ نیکی و اخلاق اور انسانیت و فلاح عالم کے دعوے کرنے والے، ان موضوعات پر تحقیقی مقالے لکھنے والے، دنیا کو اس کا درس دینے والے، ان چیزوں کو بنیاد بنا کر تنظیمیں کرنے والے تو کم نہیں ہیں، مگر ان لوگوں کی کمی نہیں، قحط ہے جو واقعی نیکی و اخلاق کا نمونہ اور انسانیت و خیر خواہی کا پیکر ہوں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے اور وہ پوری دنیا میں حشرات الارض کی طرح بکثرت موجود ہیں جن کی زندگی سراسر بدی سے معمور ہے جو بدی کے پرجوش داعی و مبلغ ہیں اور جو بدی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور کوششیں کر رہے ہیں حکومتیں اور برسرِ اقتدار طبقے اس "مقدس مہم" میں آگے آگے ہیں اور عوام ان کے پیچھے بدی کے اس عالمگیر سیلاب میں کوئی نیکی کیسے اختیار کرے اور کونسا نمونہ سامنے رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ بدی کی راہ اختیار کرنا عام شیوہ ہو چکا ہے اور نیکی کی راہ سنسان پڑی ہے۔

پھر مشکل صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ نیکی کا کوئی نمونہ سامنے نہیں ہے بلکہ جو اسکیم بھی سامنے آتی ہے اس کا سب سے زیادہ ناقص پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ محض دماغی اسکیم ہوتی ہے جو ایک شخص یا چند اشخاص مرتب کرتے ہیں، ان کے سامنے اس اسکیم کے تمام روشن و تاریک پہلو نہیں ہوتے اور چند روشن پہلوؤں کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ اسکیم لوگوں کے لئے مفید ہوگی اور انہیں پہلوؤں کا وہ لوگوں میں پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن جب لوگ اس اسکیم کو اپناتے ہیں تو اچانک اس کے تاریک پہلو سامنے آتے ہیں اور جن پہلوؤں کو روشن خیال کیا گیا تھا۔ بسا اوقات وہ بھی اپنے پیچھے تلخ نتائج رکھتے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھتے ہیں اور پھر یا تو ترمیموں کے ذریعے کچھ دنوں اس اسکیم کو اور گھسیٹ کر لے چلتے ہیں یا اس کے خلاف انقلابی جدوجہد شروع کر دیتے ہیں، یہ صورت حال ہر اسکیم اور ہر تحریک کے سلسلے میں پیش آتی ہے۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے رہبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے جہاں ایک ایسا نظام دنیا کو دیا جس کی بنیاد نیکی و خدا ترسی پر تھی اور جو سراپا خیر و برکت کا سرچشمہ تھا۔ وہاں انہوں نے اس کے ایک ایک جزو پر سب سے پہلے خود عمل کیا اور اس طرح عمل کا جذبہ رکھنے والوں کے سامنے اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا اور ان پر واضح کر دیا کہ اس نظام کو انفرادی طور پر اختیار کرنے سے انسان دنیا کیلئے کس قدر خیر و برکت کا باعث اور فلاح و بہبود کا ذریعہ بنتا ہے۔ اجتماعی اثرات واضح کرنے کے لئے آپ نے اُن کو گذشتہ قوموں کے حالات کا حوالہ دیا جن کی تاریخ لوگوں کے سامنے تھی اور جو اس نظام کو اختیار کرنے سے ترقی و کامرانی کی منزل تک پہنچے تھے اور جو اس سے انحراف کرنے کے باعث تباہی و بربادی کا شکار ہو گئے تھے کیونکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ اسلامی نظام ہی ایک ایسا نظام ہے جو تفصیلات کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ ابتدائے آفرینش ہی سے دنیا میں موجود رہا ہے اور قوموں نے اس سے فوائد و برکات حاصل کئے ہیں۔ پھر آپ نے یہ بتایا کہ یہ اس خدا کا بھیجا ہوا نظام زندگی ہے جو علیم و خبیر ہے اور جس نے اپنے علم و آگہی کی بنا پر یہ نظام تمہارے لئے بھیجا ہے اس لئے نہ تو یہ غیر عملی ہو سکتا ہے کہ اس کے روشن پہلو تاریک ثابت ہوں، یا کچھ تاریک پہلو سامنے آجائیں جو اس کے روشن پہلوؤں کو تاریک کر کے رکھ دیں جن لوگوں نے اس اعتماد پر اس نظام کو قبول کیا اور اپنی زندگی کو اس کا عملی نمونہ بنایا۔ آپؐ نے انہیں منظم کیا اور اس جماعت کا مقصد ہی یہ قرار دیا کہ وہ

اپنی زندگی اقامتِ دین، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور دعوت الی الحق میں لگا دیں چنانچہ آپؐ کی زندگی ہی میں اس جماعت کی اجتماعی جدوجہد کے نتیجے کے طور پر وہ نظام حق عملاً قائم ہو گیا جو آپ لے کر آئے تھے اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفا نے اس کو عمدگی کے ساتھ چلا کر اور دنیا پر اُسے غالب و با اقتدار کر کے دکھا دیا کہ اس سے جو توقعات لگائی گئی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ پوری ہو گئیں بلکہ بہت سے ایسے روشن پہلو سامنے آ گئے جن کا لوگ تصور تک نہ کر سکتے تھے۔

آج یہ ساری تفصیلات ہمارے سامنے موجود ہیں جنہیں دیکھ لینے کے بعد کسی شخص کو دوسرے نظاموں کی طرح اس نظام کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ یہ غیر عملی ہے یا مہلک و مضر ہے۔ پھر ان تفصیلات میں ہمارے لئے کام کی راہیں بھی آسان کر دی ہیں، ان سے ہم جان گئے ہیں کہ اس نظام پر کس طرح عمل کریں اور کن کن مراحل میں کون کونسی راہ اختیار کریں ـــــ یہ کہ ایسی نعمت ہے جو صرف سیرت رسولؐ اور سیرت صحابہؓ ہی سے مل سکتی ہے لیکن ان سب آسانیوں کے باوجود یہ ایک واقعہ ہے کہ یہ ایک عملی نمونہ اب کتابی نمونہ بن چکا ہے اور مخالفین اور بدگمان لوگوں کے لئے یہ کہنے کی بڑی گنجائش پیدا ہو گئی ہے کہ یہ تو پچھلے زمانے کی باتیں اور کتابوں کی روایات ہیں۔ اس لئے اس دور میں سیرت رسولؐ کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ اسکو اپنا رہنما ماننے والے اپنی پوری زندگی کو اس نمونے کے مطابق ڈھالیں، اسی طرح پھر شہادت حق اور اقامت دین کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے لئے انفرادی اور اجتماعی جدوجہد شروع کر دیں یہاں تک کہ نظام حق کو سیاسی طور پر دنیا میں قائم و غالب کر کے چھوڑیں۔ اُسی وقت دنیا کو یقین ہوگا کہ سیرت رسولؐ دنیا کے لئے خیر و برکت کا سرچشمہ ہے اور اس کا عملی نمونہ بھی ان کے سامنے آجائے گا اور درحقیقت عام انسان اسی وقت آپکی سیرت سے فائدہ اٹھا سکیں گے ورنہ مشکلات کا واحد حل کتابوں کی زینت بن کر رہ جائے گا اور دنیا اسی طرح ہلاکت و بربادی کی طرف بڑھتی رہے گی جس طرح بڑھ رہی ہے۔